رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نہ کرنے والا خدا تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍اپریل ۱۹۷۵ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

ہم احمدی جو حضرت مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل المسلمین ہیں یعنی اسلام کی حقیقت کامل طور پر اور اعلیٰ طور پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں متحقق اور ثابت ہے۔

ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رحمٰن ہے اپنی موہبت سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذاتِ باری اور صفاتِ باری کے عرفان کی سب سے زیادہ طاقت اور استعداد عطا کی تھی اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خدائے رحیم نے اس استعداد کی کامل نشوونما کے لئے سامان پیدا کئے تھے اور اِس طرح استعدادِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر جلوہ گر ہوئی آپ کی استعداد نے کمال نشوونما پایا۔

غرض ذاتِ باری اور صفاتِ باری کے عرفان کی سب سے بڑھ کر استعداد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی اور اس استعداد کی کامل نشوونما کے سامان خدائے رحیم نے پیدا کئے اور وہ تمام علوم جن کا تعلق عظمت اور واحدانیت باری سے ہے اُن کی کامل معرفت نوعِ انسانی میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی۔ اس لئے ہم یہ

عقیدہ رکھتے ہیں کہ جیسا کہ قرآن کریم نے کہا ہے کہ آپ اوّل المسلمین ہیں یعنی سب سے اعلیٰ مسلمان ہیں چونکہ اسلام کی حقیقت کامل طور پر آپ کے وجود میں متحقق ہوئی ہے اور چونکہ آپ صفاتِ باری کے مظہر اتم بنے ہیں اس لئے آپ اعلیٰ اور اکمل ہیں۔ اب جس کسی نے بھی اپنی استعداد کی اپنے دائرۂ استعداد میں کامل نشوونما کرنی ہو اس کے لئے ہمارے عقیدہ کے مطابق ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غلامی کا رشتہ قائم کرے اور جیسا کہ قرآن کریم نے کہا ہے کامل اتّباعِ نبوی کے نتیجہ میں اپنے لئے اپنی استعداد کے مطابق عرفانِ الٰہی کے حصول کی اور حقیقت اسلام کے حصول کی کوشش کرے اور ہر وہ شخص جو اِتّباع نہیں کرتا تو جیسا کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دُور ہو جاتا ہے ویسا ہی خدا سے دور ہو جاتا ہے اور جو شخص آپ کی اتباع کرتا ہے اس کو اِس اتباع کے نتیجہ میں رُوح القدس کی مدد حاصل ہوتی ہے اور اس کے رُوحانی علوم میں زیادتی کی جاتی ہے اور اس کے اپنے دائرہ میں اُسے دوسروں کے لئے نمونہ بنایا جاتا ہے عقیدہ ہے اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر اور بیان ہی سے ہم سب کچھ کر لیتے ہیں۔ ایک حوالہ سُناتا ہوں آپ نے ”آئینہ کمالاتِ اسلام“ میں اس کے متعلق یوں بیان فرمایا ہے:-

قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۵) یعنی اے میرے رب تو مجھے اپنی عظمت اور معرفت، شیون اور صفات کا علم کامل بخش اور پھر دوسری جگہ فرمایا وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام: ۱۶۴) ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوّل المسلمین ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اوروں کی نسبت علومِ معرفت الٰہی میں اعلم ہیں یعنی علم ان کا معارفِ الٰہیہ کے بارے میں سب سے بڑھ کر ہے اس لئے اُن کا اسلام بھی سب سے اعلیٰ ہے اور وہ اوّل المسلمین ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس زیادتِ علم کی طرف اُس دوسری آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے

وَعَلَّمَكَ ... وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النسآء: ۱۱۴)

یعنی خدا تعالیٰ نے تجھ کو وہ علم عطا کئے جو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا اور فضل الٰہی سے فیضان الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا یعنی تو معارفِ الٰہیہ اور اسرار اور علومِ ربّانی میں سب سے بڑھ گیا

اور خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے مُعطّر کیا۔ غرض علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اگرچہ حصولِ حقیقت اسلام کے وسائل اور بھی ہیں جیسے صوم وصلوٰۃ اور دُعا اور تمام احکامِ الٰہی جو چھ سَو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن علم عظمت و وحدانیت ذات اور معرفت شیون وصفات جلالی و جمالی حضرت باری عزّ اسمہٗ وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ ہے کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفت الٰہی سے بکلّی بے نصیب ہے وہ کب توفیق پا سکتا ہے کہ صوم اور صلوٰۃ بجا لاوے یا دُعا کرے یا اور خیرات کی طرف مشغول ہو۔ ان سب اعمالِ صالح کا محرّک تو معرفت ہی ہے اور یہ تمام دوسرے وسائل دراصل اِسی کے پیدا کردہ اور اسی کے بنین و بنات ہیں اور ابتدا اِس معرفت کی پَرتوہ اسمِ رحمانیت سے ہے نہ کسی عمل سے نہ کسی دُعا سے بلکہ بلا علّتِ فیضان سے صرف ایک موہبت ہے۔

یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ مگر پھر یہ معرفت اعمالِ صالحہ اور حسنِ ایمان کے شمول سے زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخر الہام اور کلامِ الٰہی کے رنگ میں نزول پکڑ کر تمام صحن سینہ کو اُس نور سے منور کر دیتی ہے جس کا نام اسلام ہے اور اس معرفتِ تامہ کے درجہ پر پہنچ کر اسلام صرف لفظی اسلام نہیں رہتا بلکہ وہ تمام حقیقت اس کی جو ہم بیان کر چکے ہیں حاصل ہو جاتی ہے اور انسانی رُوح نہایت انکسار سے حضرت احدیت میں اپنا سر رکھ دیتی ہے۔ تب دونوں طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ جو میرا سو تیرا ہے یعنی بندہ کی رُوح بھی بولتی ہے اور اقرار کرتی ہے کہ یا الٰہی جو میرا ہے سو تیرا ہے اور خدا تعالیٰ بھی بولتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اے میرے بندے جو کچھ زمین وآسمان وغیرہ میرے ساتھ ہے وہ سب تیرے ساتھ ہے۔‘‘

چونکہ یہ معرفت تامہ یعنی کامل معرفت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کو ملی۔ اس لئے آگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ استدلال کیا:-

’’اِسی مرتبہ کی طرف اشارہ اِس آیت میں ہے

(الزمر:۵۴) یعنی کہہ اے میرے غلامو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے کہ

تم رحمتِ الٰہی سے نا اُمید مت ہو۔ خداتعالیٰ سارے گناہ بخش دے گا۔ اب اِس آیت میں بجائے قُلْ یٰعِبَادَاللّٰهِ کے جس کے یہ معنے ہیں کہ کہہ اے خداتعالیٰ کے بندو۔ یہ فرمایا کہ قُلْ یٰعِبَادِیَ یعنی کہہ کہ اے میرے غلامو! اِس طرز کے اختیار کرنے میں بھید یہی ہے کہ یہ آیت اِس لئے نازل ہوئی ہے کہ تا خداتعالیٰ بے انتہا رحمتوں کی بشارت دیوے اور جو لوگ کثرت گناہوں سے دل شکستہ ہیں اُن کو تسکین بخشے۔ سو اللّٰہ جلّشانہٗ نے اس آیت میں چاہا کہ اپنی رحمتوں کا ایک نمونہ پیش کرے اور بندہ کو دکھلاوے کہ میں کہاں تک اپنے وفادار بندوں کو انعاماتِ خاصہ سے مشرف کرتا ہوں سو اُس نے قُلْ یٰعِبَادِیَ کے لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول دیکھو یہ برگزیدہ بندہ کہ کمال طاعت سے کس درجہ تک پہنچا کہ اب جو کچھ میرا ہے وہ اُس کا ہے۔ جو شخص نجات چاہتا ہے وہ اُس کا غلام ہو جائے یعنی ایسا اُس کی طاعت میں محو ہو جاوے کہ گویا اُس کا غلام ہے۔ تب وہ گو کیسا ہی پہلے گنہگار تھا بخشا جائے گا۔ جاننا چاہیئے کہ عبد کا لفظ لغتِ عرب میں غلام کے معنوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ اللّٰہ جلّشانہٗ فرماتا ہے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (البقرۃ:۲۲۲) اور اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنی نجات چاہتا ہے وہ اِس نبی سے غلامی کی نسبت پیدا کرے یعنی اُس کے حکم سے باہر نہ جائے اور اُس کے دامن طاعت سے اپنے تئیں وابستہ جانے جیسا کہ غلام جانتا ہے تب وہ نجات پائے گا۔ اس مقام میں اُن کور باطن نام کے موحّدوں پر افسوس آتا ہے کہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یاں تک بغض رکھتے ہیں کہ اُن کے نزدیک یہ نام کہ غلام نبی، غلام رسول، غلام مصطفیٰ، غلام احمد، غلام محمد شرک میں داخل ہیں اور اِس آیت سے معلوم ہوا کہ مدارِ نجات یہی نام ہیں اور چونکہ عبد کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ ہر ایک آزادگی اور خودروی سے باہر آجائے اور پورا متبع اپنے مولیٰ کا ہو۔ اس لئے حق کے طالبوں کو یہ رغبت دی گئی کہ اگر نجات چاہتے ہیں تو یہ مفہوم اپنے اندر پیدا کریں اور درحقیقت یہ آیت اور یہ دوسری آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (اٰل عمران:۳۲)
اَز روئے مفہوم کے ایک ہی ہیں کیونکہ کمال اتّباع اُس محویت اور اطاعت تامّہ کو مستلزم ہے جو عبد کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ یہی سرّ ہے کہ جیسے پہلی آیت میں مغفرت کا وعدہ بلکہ محبوبِ الٰہی بننے کی خوشخبری ہے گویا یہ آیت کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ دوسرے لفظوں میں اِس طرح پر ہے کہ قُلْ يَا مُتَّبِعِيْ یعنی اے میری پیروی کرنے والو جو بکثرت گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہو، رحمت الٰہی سے نومید مت ہو کہ اللّٰہ جلّشانہٗ بہ برکت میری پیروی کے تمام گناہ بخش دے گا اور اگر عباد سے صرف اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مراد لئے جائیں تو معنے خراب ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ ہرگز درست نہیں کہ خدا تعالیٰ بغیر تحقق شرطِ ایمان اور بغیر تحقیق شرطِ پیروی تمام مشرکوں اور کافروں کو یونہی بخش دیوے۔ ایسے معنے تو نصوصِ بیّنہ قرآن سے صریح مخالف ہیں۔“

اِس کے بعد مَیں جو حصہ عبارت پڑھوں گا اس میں جماعت کے لئے نصیحت ہے۔ اس لئے اِس حصہ کو بھی توجہ سے سُننا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کے نباہنے کی اور آپ کی کامل اتباع کی اپنے اپنے دائرۂ استعداد کے اندر تا کہ ہمیں نورِ ایمان اور محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول کی توفیق ملے اور غیر اللہ سے ہم رہائی پائیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

”اِس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ماحصل اِس آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ دل وجان سے تیرے یا رسول اللہ کے غلام بن جائیں گے اُن کو وہ نورِ ایمان اور محبت اور عشق بخشا جائے گا کہ جو اُن کو غیر اللہ سے رہائی دے دے گا اور وہ گناہوں سے نجات پا جائیں گے اور اسی دُنیا میں ایک پاک زندگی اُن کو عطا کی جائے گی اور نفسانی جذبات کی تنگ وتاریک قبروں سے وہ نکالے جائیں گے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِی یُحشر النّاس علٰی قدمی (بخاری) یعنی میں وہ مردوں کو اُٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اُٹھائے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ قرآن کریم اس محاورہ سے بھرا پڑا ہے کہ دُنیا مر چکی تھی اور خدا تعالیٰ نے

اپنے اس نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر نئے سرے دُنیا کو زندہ کیا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:-

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الحدید:۱۸) یعنی اس بات کو سُن رکھو کہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ زندہ کرتا ہے پھر اُسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں فرماتا ہے وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ:۲۳) یعنی اُن کو روح القدس کے ساتھ مدد دی اور روح القدس کی مدد یہ ہے کہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور روحانی موت سے نجات بخشتا ہے اور پاکیزہ قوتیں اور پاکیزہ حواس اور پاک علم عطا فرماتا ہے اور علوم یقینیہ اور براہین قطعیہ سے خدا تعالیٰ کے مقامِ قُرب تک پہنچا دیتا ہے............اور یہ علوم جو مدارِ نجات ہیں یقینی اور قطعی طور پر بجز اُس حیات کے حاصل نہیں ہو سکتے جو متوسط روح القدس انسان کو ملتی ہے۔‘‘

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کے نتیجہ میں روح القدس کے توسط سے ایک زندگی انسان کو ملتی ہے اور قرآن کریم بڑے زور وشور سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہونے والی وہ حیاتِ روحانی جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں ذکر کر رہے ہیں رُوح القدس کے توسط سے انسان کو ملتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

’’اور قرآن کریم کا بڑے زور شور سے یہ دعویٰ ہے کہ وہ حیاتِ روحانی صرف متابعت اس رسول کریم سے ملتی ہے اور تمام وہ لوگ جو اِس نبی کریم کی متابعت سے سرکش ہیں وہ مردے ہیں جن میں اِس حیات کی روح نہیں ہے اور حیاتِ روحانی سے مراد انسان کے وہ علمی اور عملی قویٰ ہیں جو روح القدس کی تائید سے زندہ ہو جاتے ہیں۔‘‘ (آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۱۸۶ تا ۱۹۶)

یہ حکم ہے جماعت احمدیہ کے احباب کو مردوں کو بھی اور مستورات کو بھی بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی کہ وہ یہ عقیدہ رکھیں اور اس عقیدہ کے مطابق انتہائی کوشش کریں کہ جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل استعدادوں کے مالک تھے اور استعدادوں کی کامل

نشوونما خدائے رحیم کے فضل سے پانے والے تھے اسی طرح آپ کی متابعت اور آپ کی پیروی اور آپ کے ساتھ رشتۂ غلامی جوڑ کر ہم میں سے ہر ایک اپنی استعدادوں کو کمال نشوونما تک پہنچانے والا ہو اور اس کے لئے روح القدس کی جب مدد کی ضرورت پڑے اُسے وہ پانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۸؍اگست ۱۹۷۵ء صفحہ ۲ تا ۴)